مدیر کے نام

محمد رفیق وڑائچ 'لاہور

''سامراج کی لغت میں دوستی کا مفہوم'' (مارچ ۲۰۰۳ء) میں مولانا مودودیؒ نے سامراج کی دوستی کا جونقشہ کھینچا ہے وہ آج کے امریکہ کے رویے پر پورا اترتا ہے۔ پروفیسر خورشید احمد صاحب نے اس تحریر کا بروقت انتخاب فرمایا۔ البتہ اس مضمون میں بیان کیے گئے مقامات کے نام بدل گئے ہیں۔ سیاسی جغرافیہ تبدیل ہو چکا۔ آج کے قارئین کے لیے وہ معلومات قصہ پارینہ بن چکیں جو گذشتہ صدی میں تاریخ انگلستان اور یورپ کے حوالے سے اسکولوں میں شامل نصاب ہوتی تھیں۔ اس لیے اس مضمون کے عصرِ حاضر میں پورے فہم وشعور کے لیے کئی جگہ وضاحتی حاشیوں کی ضرورت محسوس ہوئی۔

ڈاکٹر معراج الھدیٰ صدیقی 'کراچی

''عالم اسلام کے لیے امریکی منصوبے'' (مارچ ۲۰۰۳ء) میں جن امریکی عزائم کا ذکر کیا گیا ہے بلاشبہہ وہ کسی انکشاف سے کم نہیں۔ امریکی سامراج پوری مسلم دنیا کو محاصرے میں لینے کی تیاریاں کر چکا ہے اور ۱۱ستمبر ۲۰۰۱ء کے واقعے سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ کاش! ہمارے مسلم حکمران ہوش مندی سے کام لیں اور سوچیں کہ عراق پر جس آگ وخون کی بارش ہونے والی ہے کیا اس کی چھینٹیں ان پر نہیں پڑیں گی اور چھینٹیں تو کیا' خود ان کی باری آنے میں کتنی دیر رہ جائے گی۔ آج عالمی اُفق پر جو گھٹائیں چھا رہی ہیں بلاشبہ ملّت کا درد رکھنے والا ہر فرد اس سے مضطرب' دل گرفتہ اور پریشان ہے۔ بے سمتی کا سفر ترک کر کے سمت متعین کرنا اور اُمت کی شیرازہ بندی کرنا وقت کی ضرورت بھی ہے اور حالات کا تقاضا بھی! دیکھیے پردۂ تقدیر سے کیا ظہور ہوتا ہے۔ حبس کے بعد بارش ضرور ہوتی ہے جو نئی زندگی کا جانفزا پیغام ہوتی ہے۔

ڈاکٹر عبدالباری عتیقی 'کراچی

''انسانی کلوننگ'' (فروری ۲۰۰۳ء) پر علامہ یوسف القرضاوی کا مضمون دریا کو کوزے میں بند کرنے کے مترادف ہے۔ اس مختصر مضمون میں اس پیچیدہ مسئلے کے تقریباً تمام پہلوؤں کا کافی وشافی طریقے سے احاطہ

کیا گیا ہے۔ ہرنئی چیز کو بلاسوچے سمجھے ناجائز قرار دے دینے اور ہرنئی چیز کو اس کے نقصان دہ اور غیراخلاقی پہلوؤں سے بھی صرفِ نظر کر کے جائز قرار دے دینے کی دوانتہاؤں کے درمیان کم از کم اس معاملے میں یہی عین راہِ صواب نظر آتی ہے۔ میرا احساس ہے کہ مستقبل میں انسانیت کا اجتماعی ضمیر' اگر وہ ہے اور میرا خیال ہے کہ ہے' کلوننگ کے مضر اور غیراخلاقی استعمال کو قبول کرنے سے انکار کر دے گا اور اس کے صرف مفید اور اخلاقی استعمالات باقی رہ جائیں گے۔ ان شاءاللہ!

سید حامد عبدالرحمٰن الکاف 'یمن

"کتاب نما" (فروری' ۲۰۰۳ء) میں لکھا ہے کہ "مولانا فراہی قرآنی علوم کے معروف محقق' مفسر اور ترتیب و نظم قرآن میں ایک نئے مکتب فکر کے بانی تھے" (ص ۹۹) ---نظم قرآن کا مکتب فکر بہت پرانا ہے اس کی عمر ایک ہزار دوسو بلکہ تین سوسال ہے۔ مولانا فراہیؒ اس آخری دور میں ہندوپاک میں نظمِ قرآن کے علم بردار ضرور رہے ہیں' مگر بانی ہرگز نہیں۔ یہی حقیقت ہے۔

عبدالحنان 'گکھڑمنڈی

شذرات "مفت تعلیم کی طرف قدم" (فروری ۲۰۰۳ء) میں اچھی توجہ دلائی گئی ہے۔ سرکاری اسکولوں میں ماہانہ فیس معاف کر دینے سے تعلیم ہرگز سستی نہیں ہوسکتی۔ اصل فیس تو اسکول کے بعد ٹیوشن پڑھانے کی فیس ہے جو نرسری تا میٹرک عملاً لازم ہوگئی ہے۔ کچھ اساتذہ اسکول میں ملازمت ہی صرف اپنی پرائیویٹ اکیڈمی کو بارونق بنانے کے لیے کرتے ہیں۔ ایسے بھی اساتذہ ہیں جو طلبہ کو زبردستی ٹیوشن پڑھنے پر مجبور کرتے ہیں۔ حکم عدولی کی صورت میں طرح طرح سے ستایا جاتا ہے' مارا پیٹا جاتا ہے' اسکول سے نام خارج کر دیا جاتا ہے اور زیرعتاب رکھا جاتا ہے۔ تعلیم و تعلم ایک مقدس فریضہ ہے لیکن بدقسمتی سے پاکستان میں اسے ایک منافع بخش کاروبار کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔ اسکول کی فیس معاف کرنے کے ساتھ ٹیوشن کی لعنت سے چھٹکارا بھی ضروری ہے۔ حکامِ بالا اس کے لیے بھی عملی قدم اٹھائیں۔

محمد نجات اللہ صدیقی 'جدہ

یوں تو یادرفتگان کے کالم میں آپ جو کچھ لکھتے ہیں پڑھنے کے لائق ہوتا ہے مگر جنوری ۲۰۰۳ء کے شمارے میں ڈاکٹر محمد حمیداللہ کے بارے میں جو کچھ لکھا وہ خاص چیز ہے۔ میں ڈاکٹر صاحب سے اپنی دو ملاقاتوں سے متعلق کچھ باتیں سامنے لانا چاہتا ہوں۔ ہوسکتا ہے میری طرح دوسرے بھی مستفید ہوسکیں۔

پہلی ملاقات دسمبر ۱۹۷۲ء کے تیسرے ہفتے میں ڈاکٹر صاحب کے پیرس والے فلیٹ میں ہوئی تھی۔ سہ پہر کا وقت تھا۔ کچھ دیر بعد ایک نومسلم نوجوان آگئے' ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ وہ ان کو قرآن کریم (ناظرہ)